رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ - - - - - ے
ششماہی - - - - - ہے

قیمت پرانا پرچہ (۴/)

"ہفتہ وار"
مملکت

ایڈیٹر:- میر حسن الدین

رجسٹرڈ نمبر آصفیہ (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ - - - - - ے
ششماہی - - - - - ہے

قیمت فی پرچہ (۲/)

جلد (۹)	۱۲ ارفوردی ۱۳۵۹ف	۲۴ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ روز یکشنبہ	۱۲ فروری سنہ ۱۹۵۰ء	نمبر (۳۴)

اردو کسی فرقہ کی زبان نہیں

ادب کی ترقی میں ہندوؤں کا حصہ

یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ اردو ایک دیسی زبان ہے جو کہیں باہر سے نہیں آئی بلکہ اسی ملک میں پیدا ہوئی اور یہاں کے باشندوں کی کوشش سے پلی اور بڑھی اور بتدریج ترقی کرکے ایک علمی و ادبی زبان کے مرتبہ تک پہونچ گئی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اردو ابھی دنیا کی دوسری ترقی یافتہ اور علمی زبانوں کے مقابلہ میں پسماندہ ہے لیکن پھر بھی دوسری ملکی زبانوں کے مقابلہ میں اسے ایک نمایاں امتیاز و برتری حاصل ہے اور اس کے خزانہ میں ہر قسم کے علمی و ادبی تصانیف کا ذخیرہ موجود ہے جس میں ہر علم و فن کی ایسی کتابیں بھی ہیں جو معیاری حیثیت رکھتی ہیں اردو کا یہ علمی و ادبی ذخیرہ سینکڑوں علما، شعرا اور لائق مصنفین کی تقریباً دو صدی کی مسلسل کوشش علمی ذوق اور دماغی محنت کا نتیجہ ہے اور اس کے جمع کرنے میں ہر مذہب و ملت کے لائق علما و ارباب فن نے کام کیا ہے جس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ اردو میں علمی ادبی کتابوں کے علاوہ جو مذہبی کتابیں ہیں وہ کسی ایک فرقہ سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ ہندوستان میں جتنے مذہبی فرقے ہیں ان سب نے اپنی مذہبی کتابیں اردو میں بھی چھپائیں چنانچہ مسیحی مذہب کی تمام مقدس کتابیں یعنی عہد نامہ عتیق و جدید (انجیل و توریت مقدس) وغیرہ اردو دوسرے مشہور مسیحی علما کی بہت سی تصانیف اردو میں موجود ہیں کچھ تو ترجمہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور بہت سی براہ راست اردو زبان میں لکھی گئی ہیں

اسی طرح ہندو مذہب کی بہت سی معتبر مستند کتابیں سنسکرت یا ہندی سے اردو میں منتقل ہو چکی ہیں اور بہت سی براہ راست اردو میں لکھی گئی ہیں ان میں نثر و نظم دونوں شامل ہیں یعنی نثر کے علاوہ ایسی مذہبی کتابیں بھی بہت سی ہیں جن کا ترجمہ نظم میں کیا گیا ہے یہ کتابیں ہندوستان کے مختلف صوبوں میں چھپی ہیں لیکن ہمارے صوبہ میں منشی نول کشور کے پریس نے اس سلسلہ میں غیر معمولی خدمات انجام دی ہیں اور ہندو مذہب کی بہت سی مشہور کتابیں بڑے اہتمام سے چھاپی ہیں۔ منشی نول کشور انجہانی ایک بے تعصب فراخ دل حوصلہ مند شخص تھے۔ اور انہوں نے ہر فرقہ کی مشہور معتبر کتابیں اپنے مطبع میں چھاپ کر علم و ادب کی قابل ستائش خدمت انجام دی ہے ہندوؤں کے نئے فرقوں یعنی برہمو سماج اور آریہ سماج نے بھی اپنی مذہبی کتابیں اردو میں لکھی ہیں۔ غرض ہندوستان کا کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے جس نے اردو کی اہمیت محسوس نہ کی ہو علما ہر فرقہ (اعتراف) نہ کیا ہو۔

کتابوں کے علاوہ ہر سب فرقے یعنی ہندو سکھ مسلمان اور مسیحی اپنے اخبار اور رسالے بھی اردو زبان میں شائع کر رہے ہیں اور یہ سلسلہ آج سے نہیں بلکہ پچھلی صدی سے جاری ہے ان میں بہت سے پرچے ایسے بھی ہیں جو خالص مذہبی ہیں یا اپنے مذہب کی حمایت و اشاعت کے لئے شائع کئے جاتے ہیں اور اپنے فرقہ میں مقبول و مشہور ہیں

ان واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اردو ہندوستان کے کسی خاص فرقہ کی زبان نہیں ہے نہ اس کو کوئی مذہبی اہمیت حاصل ہے اگر ایسا ہوتا تو مختلف فرقوں کے مذہبی پیشوا اور مصنفین اپنی مذہبی کتابیں اردو میں ہرگز نہ لکھتے اور نہ اپنے اخبارات و رسائل اس زبان میں شائع کرتے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کے ہر فرقہ میں اردو زبان کے جاننے اور پڑھنے والے کافی تعداد میں موجود ہیں جو اپنے اپنے فرقہ کی مذہبی تاریخی کتابوں اور اخباروں وغیرہ کو شوق سے پڑھتے ہیں اگر ان فرقوں میں کوئی اردو پڑھنے والا نہ ہوتا تو ان کے مذہبی رہنما اور مصنفین اپنی کتابیں اردو میں لکھ کر کیوں وقت ضائع کرتے اور اپنے اخبارات و رسائل ایسی زبان میں کیوں نکالتے جس کا کوئی پڑھنے والا ان کے فرقہ میں موجود نہیں ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ان لوگوں نے یہ کتابیں اپنے فرقہ کے لوگوں کے لئے لکھی ہیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ مسلمان اگر چاہیں تو ان کتابوں کو پڑھ سکتے ہیں جس طرح ہندو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ سکتے ہیں حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ ہمارے علماء نے اردو یا فارسی میں قرآن مجید کے جو ترجمے کئے ہیں وہ مسلمانوں کے لئے کئے گئے ہیں لیکن دوسرے فرقہ کے لوگ جو اسلام کے بنیادی عقائد و احکام سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان ترجموں کو یا دوسری کتابوں کو جو مسلمانوں کے لئے لکھی گئی ہیں پڑھ سکتے ہیں۔ ان واقعات سے یہ حقیقت اچھی طرح ظاہر ہو جاتی ہے کہ اردو [illegible]

(باقی برصفحہ [illegible])

مملکت
ہفتہ وار

۱۱ر فروری سنہ ۵۰ء

دو بڑے مسائل

فوری یکسوئی کی ضرورت

اس وقت دو اہم مسائل نے عوام کی توجہ کو اپنی جانب منعطف کر رکھا ہے ایک ریاست حیدرآباد کا متصلہ علاقوں میں انضمام اور اعلیٰحضرت حضور نظام کا مستقبل۔ ہماری رائے میں ان ہر دو مسائل کی جلد یکسوئی اور کسی قطعی فیصلہ کا اعلان ہو جانا چاہیئے۔ ہند یونین کے نئے دستور میں اگرچہ صوبوں کی تخلیق سے متعلق دفعات موجود ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ جدید صوبوں کی تخلیق سے متعلق مجالس مقننہ کی قرارداد کو قبول یا مسترد کرنے کا اختیار صدر جمہوریہ کو حاصل ہے۔ یہ کہنا ہمارے لئے مشکل ہے کہ حیدرآباد کی مجلس دستور ساز یا مجلس مقننہ انضمام یا عدم انضمام کے متعلق کیا رائے پیش کرے گی۔ ہم نے اس سے قبل عرض کیا ہے کہ متعلقہ علاقہ جات کو علیحدہ علیحدہ اس مسئلہ میں رائے دینے کا اختیار ہونا چاہیئے یعنی اضلاع متعلقہ کے نمائندے یہ فیصلہ کریں کہ آیا وہ علیحدہ ہونا چاہتے ہیں یا یہ کہ وہ صورت حال کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح مرہٹواڑہ اور کرناٹک کے اضلاع کے نمائندوں کو بھی اپنا قطعی فیصلہ کرنا چاہیئے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہند یونین کے نئے دستور میں اس طرح علیحدہ علیحدہ اضلاع کی رائے کی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے۔ دستور کے تحت صرف حیدرآباد کی مجلس مقننہ کے فیصلہ کو اہمیت حاصل ہوگی۔ ہم یہ فرض کئے لیتے ہیں کہ حیدرآباد کی رائے عامہ [illegible] ہے اور حیدرآباد کی مجلس مقننہ اسی اکثریت کی قرارداد منظور کرے گی۔ ایسی صورت میں جو مسائل پیدا ہوں گے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) حکومت ہند کو فیصلہ کرنا ہوگا کہ لسانی جدید صوبوں کا قیام اور تقسیم ایک وقت ہوگی یعنی تلنگانہ، مرہٹواڑہ اور کرناٹک بنائے جائیں یا صرف علیحدہ صوبے بنائے جائیں گے۔

(۲) اس فیصلہ کے بعد اس کو عملی جامہ پہنانے، مالیات، نظم و نسق نیز [illegible] کے امور پر اس فیصلہ کے ردعمل کے نقطہ نظر سے اس مسئلہ کو جانچنا ہوگا۔

(۳) حیدرآباد کی تقسیم سے اگر کوئی بین الاقوامی ردعمل کا امکان ہو تو اس پر بھی غور کرنا ہوگا۔

ان ہر سہ امور پر غور کرنے کے بعد ہندوستان کی مجلس مقننہ میں جو حکومت ہند کی سفارش کے ساتھ پیش ہوگا۔ وہ مجلس مقننہ کی قرارداد صدر جمہوریہ ہند کی خدمت میں بغرض منظوری پیش ہوگی۔ صدر جمہوریہ کو مجوزہ اختیارات کے تحت یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ جدید حدود اور نتیجہ کے سال مسائل کی حد تک وہ مجلس مقننہ کی قرارداد کو قبول کریں یا مسترد کر دیں۔ مختصر یہ کہ یہ مسئلہ ہر قسم کے سیاسی، معاشی اور انسانی سمجھ سے مطلوب ہے۔ پنڈت نہرو اور سردار پٹیل کی تقاریر اور بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فی الوقت اس الجھن میں پڑنا نہیں چاہتے۔ ہمارے اندازہ میں فی الوقت کی میعاد کم از کم پانچ سال اور زیادہ سے زیادہ دس سال ہے کیونکہ ہمارا یہ بھی اندازہ ہے کہ آئندہ دس سال تک کانگریس پارٹی ہی برسر اقتدار رہے گی۔ سوشلسٹ پارٹی یا کسی اور جماعت کی حکومت قائم ہونے کے امکانات دس سال کی مدت میں کم از کم ہمیں نظر نہیں آتے البتہ اگر کانگریسی حکومت ہندو قوم کی اکثریت کے منشاء کے مطابق مسئلہ پاکستان کا حل دریافت نہ کر سکے تو اس کا امکان ہے کہ بجائے کانگریس کے ہندوستان میں مہا سبھا کی حکومت قائم ہو جائے۔ ایسی صورت میں مہا سبھا نے اگرچہ لسانی صوبوں کے قیام اور حیدرآباد کی تقسیم کی قرارداد منظور کی ہے لیکن چونکہ مہا سبھا اولاً مسئلہ پاکستان سے نپٹنے کی کوشش کرے گی اس لئے وہ خود بھی لسانی صوبوں کی تشکیل اور حیدرآباد کی تقسیم کو ملتوی کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ جہاں تک ہم نے غور کیا ہے اور بین السطور پڑھا ہے اور باخبر اصحاب سے سنا ہے ہمارا اندازہ ہے کہ کم از کم دس سال کے اندر حیدرآباد کی تقسیم خواہ وہ اصولاً کتنی ہی درست ہو عملاً ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہوگی۔ یہ ایک اتفاقی بات ہے کہ ہماری اس رائے کی توثیق بعض امریکی اخبارات میں شائع شدہ مضامین سے بھی ہوتی ہے جن میں لکھا ہے کہ چین، تبت، ہند چینی، ملایا، برما، سیلون اور پاکستان کے مسائل حکومت ہند کی توجہ کو اپنی جانب منعطف کرائیں گے اور حکومت ہند آئندہ دس سال کی مدت میں مسئلہ اغذیہ، مزدوروں کے مسائل اور کمیونسٹوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں سے نپٹنے میں مصروف رہے گی۔

اگر یہ تجزیہ صحیح ہے کہ آئندہ دس سال تک حیدرآباد کی تقسیم کے امکانات بہت کم ہو رہیں تو کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ حکومت ہند صدر جمہوریہ کو یہ مشورہ دے کہ وہ ایک حکم کے ذریعہ اعلان فرمادیں کہ حیدرآباد کی تقسیم کا مسئلہ آئندہ دس سال کے لئے اٹھا رکھا جائے۔ اس اعلان سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ حیدرآباد کی حکومت خواہ وہ حکومت ہند کی نامزد کردہ ہو یا عوامی یہ جان لے گی کہ اس کا موقف کیا ہے اور حیدرآباد کی حد تک جو بھی منصوبہ بندی کرنی ہو وہ کن بنیادوں پر ہو سکے۔ ورنہ موجودہ غیر یقینی حالات میں حیدرآباد کے نظم و نسق کے لئے بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ محکمہ فینانس، محکمہ تعمیرات، محکمہ صنعت و حرفت، محکمہ تعلیمات، صحت عامہ، غرض ہر وہ محکمہ جو منصوبہ بندی کے تحت کام کرتا ہے آج یہ نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا اس کی وجہ سے نہ صرف ان کی اسکیمیں متاثر ہو رہی ہیں بلکہ بحیثیت مجموعی نظم و نسق کی کارکردگی کا معیار گھٹ گیا ہے۔ حیدرآباد کی حکومت کے ساتھ بڑی [illegible] ہوگی اگر اسے یہ بتا دیا جائے کہ کس مدت کے لئے حیدرآباد اپنی موجودہ صورت میں برقرار رہے گا۔

دوسرا مسئلہ اعلیٰحضرت حضور نظام کے مستقبل سے متعلق ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ حضور نظام سے زیادہ حکومت ہند یہ چاہتی تھی کہ حضور نظام راج پرمکھ رہے رہیں۔ حکومت ہند کے کئی مصالح اس تقرر سے وابستہ نظر آتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے اور محض حضور نظام کی خاطر یہ فیصلہ کیا گیا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ راج

[illegible] مسئلہ کی حد تک دن بدن شدید صورت اختیار کرتی جائے گی۔ دستور ہند کے فقرہ [illegible] (الف) کو فقرہ ۲۳۰ ۲ ضمن (۲) کی روشنی میں پڑھا جائے تو صاف [illegible] ہے کہ حیدرآباد کی مجلس مقننہ کارگزار رہ کر [illegible] رکھ سکتا ہے ہمارا [illegible] خیال ہے کہ حیدرآباد کی تقسیم یا عدم تقسیم کے مسئلہ میں خود حیدرآباد کے ابن الوقت [illegible] ایک جماعت اس کی حمایت کرے گی تو دوسری مخالفت لیکن یہ [illegible] [illegible] کے معاملہ میں بھی ایسا اختلاف ہوگا قرین قیاس ہے کہ حیدرآباد [illegible] دوسرے صوبوں میں بھی نعرہ بلند ہو رہا ہے کہ [illegible] [illegible] رکھا ہے بعض اخبارات نے یہ مشورہ دیا ہے کہ موجودہ نظام کے [illegible] حیدرآباد کو راج پرمکھ بنا دیا جائے۔ یہ تجویز [illegible] [illegible] دراصل یہ تجویز ایک غرض مند جماعت کی ہے [illegible] [illegible] مسئلہ پر رائے عامہ حاصل کی جائے کہ اعلیٰحضرت راج پرمکھ رہیں یا ان [illegible] صاحبزادے تو ہمارا خیال ہے کہ اکثریت موجودہ راج پرمکھ کی تائید میں ہوگی۔ پس اس مسئلہ [illegible] میں حکومت ہند یہ اعلان کر سکتی ہے کہ مجلس مقننہ کے انتخابات کے بعد جلد سے جلد [illegible] غور کیا جائے گا تاکہ فی الوقت یہ شورش بند ہو جائے۔ یا اگر بین الاقوامی مصالح [illegible] یہ تقاضا ہو کہ نظام حیدرآباد ہی راج پرمکھ رکھا جائیں تو ایسی صورت [illegible] بھی حکومت ہند کو بتوسط صدر جمہوریہ اعلان کر دینا چاہئے کہ ایک مقررہ مدت [illegible] خواہ وہ دس بیس برس ہو یا دس سال یہ مسئلہ زیر غور نہیں آئے گا تاکہ عوام کی توجہ کو تعمیری مسائل سے [illegible] ہٹایا جائے۔

یہ تجاویز ہم نے حکومت ہند اور حکومت حیدرآباد کے مفاد کو پیش نظر رکھ کر پیش کی ہیں [illegible] [illegible] فیصلے تو وہ حکومتیں جانیں یا عوامی قائدین۔

حزب اختلاف کہاں ہے؟

ایک جماعتی حکومت موجودہ دستوری ہیئت کی ایک بڑی کوتاہی ہے آج کانگریس برسر اقتدار ہے کیونکہ کوئی دوسری متبادل پارٹی نہیں ہے اور نہ کم از کم آئندہ [illegible] سالوں تک کوئی متبادل صورت پیدا ہونے کا قرینہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج وزارتیں [illegible] پارلیمان کے اندر یا باہر کوئی مسلمہ حزب اختلاف نہیں ہے۔

کانگریسی وزارتوں کے پیچھے ارکان کی زبردست اکثریت ہے نیز حزب اختلاف کا جو فقدان ہے اسی کے باعث نظم و نسق میں یہ خلفشار پیدا ہو گیا ہے۔ [illegible] [illegible] ایک ہندوستانی مگر صاف ستھرا رکھا جاتا کیونکہ مقننہ کے اندر ایک [illegible] اور [illegible] حزب اختلاف اور مقننہ کے باہر مساوی مخالف مساعی موجود تھی۔ [illegible] کی اصلاح کرنے کے لئے ہر دو پارلیمان کے اندر اور باہر کوئی حزب اختلاف [illegible] ہے۔

اس طرح کانگریسی وزارتوں کو ایک محفوظ موقف حاصل ہے اور اسی محفوظ موقف [illegible] وجہ ہے کہ کانگریسی وزراء میں خود سری کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے اور اگر ان وزراء پر تنقید کی جائے تو وہ برہم ہو جاتے ہیں۔

[illegible] کمیٹیاں اور کمیشن عمل کی تمہید ہوتے ہیں اور عمل کرنے کے لئے قائم [illegible] ہیں۔ آج ہندوستان میں کمیٹیاں اور کمیشن عمل کا بدل ہیں اور عمل سے گریز کرنے [illegible] قائم کئے جاتے ہیں۔

اگر حکومت ہند کو کمیٹیاں کا تقرر نہیں اور کمیشن قائم کرنے کا جنون ہے [illegible] [illegible] قرار کے بار بار غلہ کی کمی کی تحقیقات کرنے کے لئے کمیٹی قائم کرتے [illegible] [illegible] زور و شور اور دھوم دھام سے کی جاتی ہیں لیکن ان کا تقرروں کا [illegible] ان تقرروں کی گونج میں عوام کی چیخیں دب جاتی ہیں عوام سے ایک طرف [illegible]

[illegible] اور جرائم پیشہ یا [illegible] کیا قاعدہ استعمال کر رہے ہیں اور دوسری طرف وہ کسی کے [illegible] بوجھ تلے کچلے جا رہے ہیں۔

نظم و نسق کی حالت جگہ جگہ سے ٹوٹ گئی ہے اور ہر بات کی فوری ضرورت ہے [illegible] کی ضرورت ہے کہ دلیری اور وہ ترتیب کے ساتھ کارروائی کی جائے۔ حکومت کی پالیسیاں کاغذ میں سوئی رہتی ہیں اور جن پر روی کی جاتی ہے [illegible] [illegible] رہتی ہے اور [illegible] کرنے والے ایک ہی جگہ گھومتے رہتے ہیں [illegible] [illegible] اور دور میں [illegible] دیکھنے والا تماشائی قدموں کی حرکت دیکھ کر یہ خیال کرتا ہے کہ ہم تیزی سے حرکت کر رہے ہیں۔

نظم و نسق دلدل میں پھنس گیا ہے۔ منصوبے موجود ہیں لیکن منصوبوں کو روبہ عمل نہیں لایا جاتا۔ تجاویز موجود ہیں لیکن تو ان پر کا نفاذ نہیں ہوتا۔ قرار دادیں ہیں لیکن قرار دادوں پر عمل نہیں کیا جاتا۔

وزارت مالیہ کہتی ہے کہ مصارف میں تخفیف کی جائے [illegible] مصارف میں تخفیف کی گئی تو قانون اور امن و نظم کے مسائل پیدا ہو جائیں گے۔ وزارت [illegible] خیال کرتی ہے کہ یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ تخفیف کی ضرورت ہے ایک [illegible] کمیٹی [illegible] [illegible] اور تخفیف کی زد میں آنے والے ملازموں کو رکھ دیا جائے۔ [illegible] کانگریسی کہتے ہیں کہ اگر تخفیف کی [illegible] تو وہ انتخابات ہار دیں گے۔

ایک جماعتی حکومت اور لیڈر پرستی سے شخصی حکومت جنم لیتی ہے [illegible] [illegible] جاتے ہیں۔ جمہوریت کا مفاد اس میں ہے کہ لیڈر پرستی کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ [illegible]

فرقہ وارانہ اتحاد کی ضرورت

نظام آباد کے مسلمانوں کی اپیل

نظام آباد کے [illegible] اردو مسلمانوں کی طرف سے حسب ذیل اپیل [illegible] کے لئے آئی ہے۔

۳۰ جنوری کو جو مہاتما گاندھی کی برسی کا دن تھا نظام آباد کے [illegible] نے اپنے پیشہ وارانہ مفاد کے تحت اپنے ظروف [illegible] کا [illegible] جو [illegible] اندیشانہ حرکت کی اس کا ہمیں بے حد رنج ہے اس پر ہم اظہار افسوس کرتے ہیں اور اس کو قابل مذمت سمجھتے ہیں۔

دوسری طرف اکثریتی فرقہ کے بعض [illegible] مہاتما جی کی برسی [illegible] [illegible] اس کے دوسرے دن [illegible] نظاموں کو اپنے ہاتھ میں لے کر تعمی [illegible] کے ساتھ [illegible] دہشت انگیز بلادہ [illegible] کی وہ بھی قابل افسوس و مذمت ہے۔

یہ واقعات مہاتما جی کی تعلیمات کے خلاف اور [illegible] روح کو صدمہ پہنچانے والے ہیں ہر کوئی صاحب احساس شہری اظہار افسوس اور مذمت کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اس موقع پر ہم ایسے [illegible] کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں کہ [illegible] [illegible] [illegible] ہو رہی ہیں اگر وہ انتظام [illegible] کی بروقت اور موثر کارروائی [illegible]

ہم نظام آباد کے تمام شہریوں سے پر زور اپیل کرتے ہیں کہ وہ [illegible] کے جذبات اور احساسات کا احترام کرتے ہوئے شہر کے امن [illegible] روایات کو قائم رکھیں اور اس قسم کے واقعات کا کبھی اعادہ نہ ہونے دیں۔

ہمیں اپنی پولیس اور گورنمنٹ سے توقع ہے کہ وہ شہر کے امن [illegible] [illegible] کے لئے ہر قانون شکنی پر ضروری کارروائی کرے گی نیز قانون شکنی کے امکانات کو [illegible] انسدادی تدابیر اختیار کرے گی اور عوام کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کا کبھی بھی موقع نہ دے گی۔

[illegible]

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید:-

ہندوستانی پارلیمنٹ میں پنڈت جواہر لال نہرو نے قہقہوں کی گونج میں مسٹر تیاگی سے سوال کیا کہ آیا وہ ہندوستانی فوج کو ایسی ہی فوج بنانا چاہتے ہیں جو مہا بھارت کے زمانہ میں تھی یا اس کو وہ ایک جدید العصر فوج دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ نئے نئے اسلحات چاہتے ہیں یا ایسے جو ہزار ہا سال پہلے تھے۔ میں یہ سوال اس لئے کر رہا ہوں کہ ہمارے ملک میں آج کل دقیانوسیت کو قومیت تصور کیا جا رہا ہے۔

روزنامہ "امروز" لاہور لکھتا ہے کہ:-

الکشن لڑنا اصل میں بٹیر بازی اور پتنگ بازی سے ملتا جلتا فن ہے۔ اس فن میں بٹیر بازی اور پتنگ بازی کے اصولوں اور قاعدوں سے کام لیا جاتا ہے لیکن ذرا سلیقہ کی ضرورت ہے۔

اس فن میں حیدرآباد بہت پیچھے ہے۔ جس زمانہ میں یہاں بٹیر بازی اور پتنگ بازی کا چرچا تھا الکشن سے لوگ ناآشنا تھے اور جب الکشن کا دور آیا پرانے بٹیر باز اور پتنگ باز ختم ہو گئے۔ بہر حال اس فن کے رنگ باقی نہیں رہے البتہ شغل ضرور موجود ہیں۔

اخباری اطلاع ہے کہ:-

مشیرآباد میں ایک مسجد کے سامنے مینا گھر تعمیر کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے اہالیان محلہ خاص کر اقلیتی فرقہ میں بے چینی پیدا ہو گئی ہے۔

مسجد کے سامنے مینا گھر تعمیر کرنے کی اجازت ارباب مقتدرہ نے شاید اس لئے دی ہے کہ آج کل مینا بینی عبادت میں داخل ہو گئی ہے۔

معاصر "پیام" نے اختر حسن صاحب کا ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ:-

حیدرآباد کے وہی مسائل ہیں جو ہندوستان کے ہیں اور ہندوستان کے وہی مسائل ہیں جو ساری دنیا کے ہیں۔ حیدرآباد کے مسائل کو ساری دنیا کے مسائل سے الگ سمجھنا اپنی کوتاہ نظری کا ثبوت دینا ہے۔

پولیس ایکشن کے بعد اقلیتی فرقہ جن مسائل سے دوچار ہے ان کو ساری دنیا کے مسائل سمجھنا ترقی پسندی ہے اور ان کو اقلیتی فرقہ کے مسائل سمجھنا کوتاہ نظری۔ اب دنیا کے مسائل حل ہونے تک اقلیتی فرقہ کو انتظار کرنا چاہیے۔

کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک!!

نائب وزیر خارجہ امریکہ نے تعلقات خارجہ کی کمیٹی میں فرمایا:-

عرب پناہ گزینوں کو امداد دو ورنہ وہ کمیونسٹ ہو جائیں گے۔

مگر یہ کیا بات ہے کہ جس کو امداد ملتی ہے وہ کمیونسٹ ہو جاتا ہے مثلاً چین۔

مسٹر مہادیو سنگھ نے ایک تقریر میں کہا کہ:-

دنیا کی تاریخ میں کوئی عام ہڑتال بیس دن تک جاری نہیں رہی جیسا کہ حیدرآباد میں رہی ہے۔ یہ ہڑتال تشدد سے پاک تھی اور شاندار طور پر ختم ہوئی۔

سیاسی اغراض کے لئے مزدوروں سے ہڑتال کرانا مزدوروں پر تشدد ہے۔ ہڑتال تو ختم ہو گئی مگر ہڑتال کرانے والوں کا مستقبل شاندار نظر نہیں آتا۔

ورنگل میں طلبہ پر بیدردانہ لاٹھی چارج پر تنقید کرتے

چھوٹے معاصر "پیام" لکھتا ہے کہ:-

ابھی جمہوریت کی منزل بہت دور ہے۔

ہمیں یاد پڑتا ہے کہ حیدرآباد کے حالیہ انقلاب کو معاصر "پیام" نے فاسسٹی قوتوں کی شکست اور جمہوری قوتوں کی فتح سے تعبیر کیا تھا مگر اب جمہوریت کے وجود ہی سے منکر ہے۔ ہمارے معاصر کا وہی حال ہے جو ایک شاعر نے کہا تھا۔

راہ طلب میں ہم سا وارفتہ کون ہوگا
منزل پہ بھی پہنچ کر منزل کو ڈھونڈتے ہیں

لکھنؤ میں ایک پریس کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے سوشلسٹ لیڈر ڈاکٹر رام منوہر لوہیا نے کہا کہ:-

ہندوستان اور پاکستان کی اقتصادی حالت اس وقت تک بہتر نہیں ہو سکتی جب تک کہ ملک کو پھر سے ایک نہ کر دیا جائے۔

ہمارے شاہ پرست سوشلسٹ مدیر "حمایت دکن" کی کیا رائے ہے؟ کیا حمایت دکن کے سیاسی سوالات اور جوابات کے کالم میں اس سوال کو بھی جگہ مل سکتی ہے؟

مسٹر خروف، مسٹر واشمپائین، مسٹر وانگیارے وغیرہ ایک بیان میں کہتے ہیں کہ:-

اسٹیٹ کانگریس میں رہ کر معاشی اور سماجی مسائل حل کرنے کا کوئی امکان نہیں۔

سماجی مسائل تو خیر معاشی مسائل صرف عمری ٹوک سے حل ہو سکتے ہیں۔

معاصر "سلطنت" تحریر کرتا ہے کہ:-

ہم نے غذا کے مسائل کی اہمیت پر متعدد بار حکومت کو متوجہ کیا ہے۔

آپ کے لئے بھی ایک مسئلہ اہمیت رکھتا ہے۔ باقی مسائل آپ نے دوسرے معاصرین کے لئے چھوڑ دئے ہیں۔

ہندوستان کا جدید دستور

از جناب
کاشی ناتھ راؤ صاحب ویدیہ

۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء کا دن ہندوستان کی تاریخ میں زرین حروف میں لکھا جائے گا۔ ۲۶ جنوری کا دن یوم آزادی کہا جاتا تھا اور آج سے (۲۰) سال قبل کانگریس نے یہ تصفیہ کیا تھا کہ ہندوستان کامل آزادی حاصل کئے بغیر نہیں رہے گا۔ اس وقت کسی نے یہ باور نہیں کیا تھا کہ (۲۰) سال کے اندر ہندوستان یہ نصب العین حاصل کر سکے گا۔ لیکن مہاتما گاندھی کی رہنمائی اور نیز ہندوستانیوں کی قربانیوں کے بنا پر ہندوستان اس کوشش میں کامیاب رہا۔ ہم یہ امر بھی نہیں بھول سکتے کہ جنگ آزادی کے حالات بھی ایسے پیدا ہوں کہ انگریز یہ طے کرنے پر مجبور ہوئے کہ وہ ہندوستان کو ہندوستانیوں کے حوالے کرکے ہندوستان سے چلے جائیں۔ ۱۹۴۲ء میں کانگریس نے "ہندوستان چھوڑ دو" کا نعرہ لگایا۔ انگریزوں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ ہندوستان سے چلے جائیں۔ اور پانچ سال کے اندر ہی انگریزوں نے اقتدار سے دست بردار ہونے کا اعلان کیا۔ دو سال تک ہندوستان نے دولت مشترکہ میں رہنے کا تصفیہ کیا اور اس امر بھی رضامندی ظاہر کی گئی کہ ہندوستان کے گورنر جنرل کا تقرر بادشاہ انگلستان کرے۔ اس دوران میں بہت محنت و مشقت کے ساتھ ہندوستان کے بہترین دماغوں نے دنیا کے موجودہ حالات کا جائزہ لیکر دنیا کے بڑے بڑے ملکوں کے تجربے سے فائدہ اٹھا کر ایک جدید دستور مرتب کیا ہے جو ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء سے نافذ ہوگا۔

یہ دستور جملہ ہندوستان کے علاقہ جات میں نافذ ہوگا جن میں بڑی بڑی دیسی ریاستیں بھی شامل ہیں۔ اعلیٰحضرت حضور نظام نے ۲۴ نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ اعلان کر دیا کہ یہ دستور حیدرآباد کا بھی دستور ہوگا اور اس کا نفاذ حیدرآباد میں بھی ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء سے ہوگا۔

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ اس دستور سے حیدرآباد میں کونسی تبدیلیاں ہوں گی۔ اس دستور کے تحت حضور نظام کی حیثیت جو مطلق العنان کی تھی وہ ختم ہو چکی اب ان کا درجہ ایک راج پرمکھ کا ہوگا۔ راج پرمکھ کی تعریف جو دفعہ ۳۶۶ میں کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ بہ تعلق ریاست حیدرآباد وہ شخص مراد ہوگا جس کو جمہوریہ ہندوستان کے صدر نے نظام حیدرآباد کے طور پر زمانہ موجودہ کے لئے تسلیم کئے ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ وہ اپنے ذاتی اختیارات کی بنا پر راج پرمکھ نہیں بن سکتے۔ اگر صدر جمہوریہ ہند کی منظوری حاصل نہ ہو تو وہ راج پرمکھ نہیں رہ سکیں گے یہی حال دوسرے راج پرمکھوں کا بھی ہوگا۔ اس کی تفصیل

جب ہندوستان کی آزادی کے متعلق انگلستان نے فیصلہ کیا تو اس وقت اعلیٰحضرت حضور نظام نے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ کاملاً آزاد ہوں گے اور انگریزی حکومت کے جانشین ہندوستانی حکومت کی ماتحتی قبول نہیں کریں گے۔ اور ان کا تعلق ہندوستانی حکومت کے ساتھ مساوات کا رہے گا۔ لیکن یہ دعویٰ ناکام رہا اور حیدرآباد میں کوئی نظام بلا منظوری و رضامندی صدر جمہوریہ ہند کے راج پرمکھ نہیں بن سکے گا۔

چونکہ یہ دستور جمہوریت پر مبنی ہے اور صدر جمہوریہ ہند مدت مقررہ کے لئے اس دستور کے تحت ایک خاص طریقے سے عوام کی جانب سے منتخب ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے حیدرآباد کے راج پرمکھ اپنی جگہ پر اس وقت تک قائم رہ سکتے ہیں جب تک کہ عوام ان سے خوش رہیں۔ راج پرمکھ کی حیثیت ایک گورنر کی سی رہے گی۔ راج پرمکھ کو وہی اختیارات حاصل رہیں گے جو دوسرے صوبجات کے گورنروں کو حاصل رہیں گے۔ گورنر دستور کا پابند رہے گا اور وہ اپنے منشاء اور مرضی کی بناء پر کوئی چیز کرنے کا مجاز نہیں ہے وہ مجلس وزراء کی تجاویز کا پابند رہے گا خاص حالات کے تحت اس کو کچھ اختیارات ضرور دیئے گئے ہیں لیکن وہ اختیارات صرف خاص صورتوں میں استعمال ہوں گے۔ جدید دستور کے دفعہ (۳۷۱) کے تحت بشمول حیدرآباد کے جملہ ریاستوں کا انتظام نظم و نسق دس سال تک جمہوریہ ہندوستان کے صدر کے زیر نگرانی رہے گا۔ مجلس دستور ساز کو گذشتہ تاریخ و حالات کی بناء پر اس کا اطمینان نہ تھا کہ دیسی ریاستوں کے والی اپنی عادتوں کو بھول کر دستور کی پابندی کریں گے، اس لئے نگرانی قائم کی گئی ہے۔

حیدرآباد کا نظم و نسق بھی دیگر علاقہ جات کے طریقہ پر چلایا جائے گا۔ یہاں بھی ایک مقننہ کا انتخاب ہوگا اور مجلس وزراء اس مقننہ کے سامنے جوابدہ رہیں گے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ حیدرآباد میں جمہوریت قائم ہو کر ذمہ دارانہ حکومت وجود میں آئے گی۔ اور جملہ امور عوام کی بہبودی کے لئے اور ان کے منشاء کے مطابق طے پائیں گے موجودہ حکومت جو حضور نظام کے پاس ذمہ دار تھی وہ ختم ہو جائے گی۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ یہ جدید دستور انقلاب عظیم کا حامل ہے اس دستور میں ملک کے ہر بالغ کو حق رائے دہی عطا کیا گیا ہے دوسرے الفاظ میں

عوام کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کر لیا گیا ہے جہاں کہیں بھی انتخابات ہوں گے وہ بالغ رائے دہی کی اساس پر ہوں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر چیز کا فیصلہ عوام کے منشاء کے مطابق ہوگا

اس دستور کے تحت ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء کو حیدرآباد کی جوڈیشل کمیٹی برخواست ہو گی اور جوڈیشل کمیٹی کے اختیارات ہندوستان کے سپریم کورٹ (عدالت اعلیٰ) کو حاصل ہوں گے۔ ہائیکورٹ کے فیصلہ جات کی ناراضی سے جو اپیل جوڈیشل کمیٹی میں ہوتے ہیں۔ اور جن کے فیصلے حضور نظام کی منظوری سے ہوتے ہیں وہ حق بھی زائل ہوگا آئندہ عدالتی معاملات میں والیان ریاست یا راج پرمکھ کا کوئی دخل نہیں رہے گا۔ اس وقت جتنے مقدمات زیر کارروائی جوڈیشل کمیٹی میں ہیں وہ سب ہندوستان کی سپریم کورٹ میں منتقل ہو جائیں گے۔ اور آئندہ ہائیکورٹ حیدرآباد کے فیصلہ جات کی ناراضی سے مرافعہ اسی عدالت میں ہوں گے۔ حیدرآباد کی ہائیکورٹ کے ارکان کا تقرر صدر جمہوریہ ہند، میر مجلس سپریم کورٹ و راج پرمکھ کے مشورہ سے کریں گے اور ان کے تنخواہ کا تعین بھی راج پرمکھ کے مشورہ سے صدر جمہوریہ ہند کریں گے جدید دستور کے تحت حیدرآباد کی ہائیکورٹ کے ارکان کا تبادلہ دوسرے علاقہ جات کی ہائیکورٹ میں یا دوسرے ہائیکورٹوں کے ارکان کا تبادلہ ہائیکورٹ حیدرآباد پر ہو سکے گا

اس دستور کے تحت مقننہ کے اختیارات کے تعلق سے ضمیمہ نمبر (۷) میں تین فہرستیں بنائی گئی ہیں فہرست نمبر (۱) میں جملہ (۹۷) امور درج ہیں جن کے بارے میں قانون بنانے کا اختیار مرکزی مقننہ یا جمہوریہ ہندوستان کی پارلیمنٹ کو رہے گا۔ دوسری فہرست میں (۶۶) امور درج ہیں جن کے بارے میں قوانین بنانے کا اختیار علاقہ جاتی مقننات کو رہے گا۔ تیسری فہرست میں (۴۷) امور درج ہیں جن کے بارے میں قانون بنانے کا اختیار ہندی پارلیمنٹ یا علاقہ جاتی مقننہ کو رہے گا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے (۹۷) امور ہوں گے جن کے بارے میں حیدرآباد کی مقننہ کو قانون سازی کے جو اختیارات سابق میں حاصل تھے وہ اس دستور کے تحت زائل ہو سکیں گے۔ نیز ان (۹۷) امور کا تمام تر تعلق حکومت ہند سے رہے گا۔ اس لئے آمدنی ذرائع اور اس کے متعلقہ انتظامات کا تعلق راست حکومت ہند سے رہے گا۔

مختصر یہ کہ حیدرآباد کا رتبہ وہی ہوگا جو مرکز سے آس پاس دیگر دیسی ریاستوں کا رہے گا اور حیدرآباد ایک فیڈرل یونٹ (وفاقی اکائی) بن کر رہے گا۔

یہ دستور جملہ (۳۹۵) دفعات پر مشتمل ہے اور اس کے ساتھ (۸) ضمیمے ہیں۔ کسی ملک کا دستور اتنا تفصیلی طور پر نہیں بنایا گیا جتنا کہ ہندوستان کا بنایا گیا ہے۔ اس دستور میں عوام کے بنیادی حقوق [illegible] آزادیاں درج ہیں نیز [illegible]

معاشی تحقیقات کی اہمیت

پروفیسر کیشو آئنگار کی نشری تقریر

ہندوستان ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء تک گزشتہ دو صدیوں کے لئے نوآبادیاتی طرز حکومت کا موضوع بنا رہا۔ ہم جانتے ہیں کہ غیر منقسم ہندوستان کی آبادی ۴۰ کروڑ سے اونچی تھی، قومی آمدنی قلیل ہے اور حکومتی کارندوں کے وسائل کمزور تھے۔ خود ہندوستان میں معاشی تحقیقات میں واقعی بہتری کی توقع کی جا سکتی ہے کہ ملک کا رقبہ، آبادی کی حالت اور نظم و نسق کے معیاروں کو ایک لمبی مدت کے لئے انتظار کرنا چاہئے تھا وقت کہ جملہ مطلوبہ ابواب کے تحت پورے پورے طور سے کے قابل تکالیف ایات انکشاف ہو جائیں۔ اس اثنا میں قوم ہوا میں معلق نہیں رہ سکتی اور نہ واقف نہیں رہ سکتی مزید معاشی تحقیق و کھوج اور بعض مخصوص شعبوں میں عملی کام جاری رہ سکتا ہے تا کہ بے شمار معاشی امور کا حقیقی حال معلوم ہو جائے گا۔ کا یہ رجحان کہ ہندوستان کے عام آدمی کی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غربت و محنت ہوتی رہے ختم ہو جانا چاہئے۔ اس کی مشکلوں کو ٹھیک ٹھیک کیفیت کی روشنی میں سمجھ لینا اور ان کا تدارک پیدا کیا جانا چاہئے تا کہ عوام اور حکومت کے کارندے معاشی و معاشرتی ترقی کے بڑے کاموں پر آمادہ ہو جائیں۔

کیا ہمارے پاس ہندوستان میں عمر کے دو سلسلہ وار پیدائش کی شرح اور موت کی شرح اور خاص طور پر بچوں کی شرح کے بارے میں قابل ذکر اعداد دستیاب ہو سکتے ہیں؟ کیا ان کی معلومات اکٹھی کرنے کی کوئی کوشش ہوئی ہے؟ کیا شہری اور دیہاتی آبادی کی زندگی کے حالات کے متعلق پیمانوں اور دوسرے نمونوں پر غور کیا گیا ہے؟ ہمارے پاس کئی خیالی باتیں پائی جاتی ہیں جیسے:

"دیہاتی آبادی کا رخ شہروں کی جانب کر دیا جائے تا کہ ہر زمین پر بوجھ کم ہو اور زمین پر زیادہ بار نہ ہو۔"

"ہندوستان ایک زرعی ملک ہے اور اس واسطے ایک پسماندہ ملک ہے۔"

"ہندوستان میں صنعتیات کی کمی ہے اور اس کے معاشی حالات کی وسیع قطع باقاعدہ ہے اس واسطے صنعتی طور پر پسماندہ علاقہ رہنا اس کی قسمت میں لکھا ہے۔"

"ہندوستان ایک غریب ملک ہے۔"

معاشی تحقیق و تحقیقی کام کی اہمیت سے ارباب اقتدار ناواقف نہیں ہے۔ حکومت ہند نے پہلے ایک معاشی تحقیقاتی کمیٹی برہو سپر و کی صدارت میں ۱۹۲۵ء میں قائم کی۔ اس کی رپورٹ شائع تو ہوئی پر تو اس پر کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ بعد میں سر آرتھر باؤلے کے اشتراک سے پروفیسر رابرٹسن اور ڈاکٹر رابرٹسن طلب کئے گئے تا کہ معاشی تحقیقاتوں خاص کر دیہی قسموں کے منصوبوں کی تجاویز مرتب کریں۔ یہ تجاویز بھی آئندہ غور کے لئے ملتوی رکھدی گئیں۔ مالیاتی حلقے کہیں زیادہ اس رخ میں حکومت ہند ان تجاویز کے سلسلے میں جب پردہ اٹھتی تو صرف کرائی گئی کوئی قدم اس خطرہ کے تحت نہیں اٹھائی گئیں کہ سب ایسی تحقیقات رد عمل ہائی جائیں گی، یقینی طور پر حکومت کی عدم مداخلت کی حکمت عملی کی بڑی سخت تنقید ہوگی۔ اس کے بعد مرکزی اور صوبائی بینک کاری کی تحقیقاتی کمیٹی بٹھائی گئی تا کہ دیہی قرضداری وغیرہ کے بارے میں اعداد اکٹھا کرے۔ غالباً خطوط پر سب سے زیادہ اندازہ اور قیمتی کام پنجاب بورڈ آف اکنامک انکوائری نے انجام دیا۔ اس ہم کو پرانے ناسبت قدم انڈین سول سروس کے ارکان جیسے ڈارلنگ اور برین نے خوب تقویت پہونچائی۔ ایک دوسرے آئی سی ایس عہدہ دار مسٹر سیتا رمن نے مدراس میں دیہی قرضوں کے بارے میں تحقیقات کی۔ مجھے بھی میسور اور ریاست حیدرآباد میں دیہی قرضوں کی تحقیقات کا کام کرنے کا موقع ۱۹۳۰ء میں ملا۔ مسٹر ایس۔ ایم۔ بھروچہ (اب مرحوم) زاید معتمد مالگزاری نے ریاست حیدرآباد میں زرعی قرضداری کی جو نشان دہی بعد میں ریگولیشن کے قائم کردہ خطوط پر بے شمار صنعتی ترکیبوں کے اعداد اور مزدوروں کے خاندانی میزانے کے متعلق سے اکٹھا کئے جا چکے ہیں۔

اس کے باوجود اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شوگر، قیمتوں کا اتار چڑھاؤ اور معیار زندگی سے متعلق اعداد بے حد غیر اطمینان بخش ہیں۔ اس کے نئے حساب بھی ہر سال تیار ہونے والے اعداد و شمار میں خاص کر کمی پائی جاتی ہے۔ وہ صرف مجرد اعداد اور یہ حقیقت ہے کہ آہستہ آہستہ اپنا پائیدار ہے اور مختلف علاقوں کی آبادی کا اشاریہ ہندوستان کے مختلف حصوں کے مختلف اعداد کی وجہ سے بھی ہے۔

حال ہی میں حکومت ہند نے دیہی معاشی اور محنت مزدوری کی تحقیقات کا کام شروع کیا ہے اور ریاست حیدرآباد کو ہی صوبائی اکائی قرار دیا گیا ہے۔ ابھی تک قرضداری میں کمی کی وجہ مگر طلب و رسد کی حالت جس سے ایسے موقعے پر حکومت حیدرآباد کی خصوصی توجہ کی طلب تھی۔ ہندوستان میں سب سے پہلی بار حکومت حیدرآباد نے یہ تجربہ کیا ہے جب کہ معاشی تحقیقات کی مرکزی مجلس تحقیق نے ہی میرے متعلق ہے۔ مجھے اس مجلس کی میدانی تحقیقات کے تحت شعبہ دیہی قرضوں کی پالیسی کے اندر کوئی ایک سو بیس دیہاتوں کی ہمہ رست کے تحت اصلاحات امتیازی بیان کرتے ہوئے وسیع پیمانہ پر تحقیق عمل میں آئی ہوگی اور نتائج حکومت کی خدمت میں پیش کئے جا چکے ہوں گے۔ چند سال قبل میں نے بڑے پیمانہ پر جلت کے ساتھ معاشی تحقیق خاص کر دیہی قرضوں پر عمل میں لانے کے لئے ایک بڑے عہدہ دار کو توجہ دلائی تھی۔ انہوں نے مجھے جواب دیا تھا کہ ہر شخص ہندوستانی زندگی کی بڑی بڑی پیچیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ اس لئے مزید معاشی تحقیقات کے لئے کام پر تھوڑا روپیہ نہیں خرچ کیا جانا چاہئے۔ مجھے بڑی خوشی ہے کہ ارباب اقتدار اب ایسی رائے نہیں رکھتے ہیں۔

ہندوستان جیسا کہ میں نے گزشتہ برسوں کے اپنے لکچروں میں ذکر کیا ہے ایک ایسا ملک ہے جہاں کی آبادی زیادہ ہے۔ زراعت اور صنعت پر معاشی کا انحصار نئی تیزی کے ساتھ کیا جانا ہے اور اس کی امید ہے کہ ہندوستان کی کئی ایسی صنعتوں کا آئندہ ربع صدی میں دستیاب ہو جائیں گی یعنی معاشی کھوج اور میدانی انکشافات کیلئے مناسب گنجائش نکالی جائے۔ اس قوم کے نئے مواقع جو حالات کے مطابق ملک کے آگے ہیں ہم کو مل رہے ہیں۔ ایک ملک جیسے برطانیہ جو عملی طور پر خاص طور پر قوم ہے ہر قسم کی تحقیقاتی کاموں کو بشمول معاشی تحقیق کے لئے ہر سال کئی لاکھ روپئے کی گنجائش نکال دیتا ہے۔ ہمارے ملک میں خاص طور پر زرخیز ہے اور یہ امید ہے کہ نئے اداروں اور نئے معیاروں کے ساتھ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے ساتھ ساتھ عوامی ادارے معاشی تحقیق اور میدانی کام کے اس بنیادی شعبہ پر ہم موضوع کی جانب جو حقیقت میں انسانی صلاح و فلاح اور ترقی کی کنجی ہے پہونچ کا راستہ ہے اپنی توجہ مبذول کریں گے۔

جائداد تخلیہ کنندگان کے قابضین

ایک سرکاری اعلان میں ادام کو متوجہ کیا گیا ہے اور استخلاص انتظام جائداد تخلیہ کنندگان مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۴۹ء کی دفعہ ۷ کی جانب متوجہ کیا جاتا ہے جس میں صراحت کی گئی ہے کہ:

"یکم جولائی ۱۹۴۷ء کے بعد سے کسی جائداد تخلیہ کنندہ پر منضبط نگرانی یا انتظام رکھنے یا کسی وقت رکھنے والے ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ ایسی جائداد کی اطلاع مجاز حاکم کو دستور العمل کے نفاذ سے (۱۲۰) یوم کے اندر کرے یا ان کے مجاز کردہ کسی شخص کے پاس ایسی مطلوبہ اطلاع دے۔

یکم جولائی ۱۹۴۷ء کے بعد سے اس وقت تک جو بھی کرایہ، محاصل یا قبضہ نگرانی یا انتظام میں رہی ہو کرایوں، منافعوں، آمدنی اور دیگر قیمتوں یا ایسی جائداد کے بیچنے سے وصول شدہ رقومات کی مکمل تفصیل جس پر محافظ جائداد تخلیہ کنندگان کو تحریری مطالبہ پیش کرنے کی مدت کے اندر پیش کیا جانا ہے اور حسابات پیش کرنے کی مدت ۔۔۔ [illegible]

اُردو کسی فرقہ کی زبان نہیں

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

بعض لوگ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ صرف مسلمانوں کی زبان ہے حالانکہ یہ غلط ہے کسی بھی زمانہ میں وہ صرف مسلمانوں کی زبان نہیں رہی۔

جزیرۃ العرب میں مسلمانوں کے علاوہ جو یہودی یا نصرانی رہتے تھے وہ سب عربی بولتے تھے اس لئے کہ وہاں کے ملک کی زبان تھی یا دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہی ان کی مادری زبان تھی۔ ان غیر مسلم قوموں میں ایسے ہزاروں شخص تھے جن کو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت عداوت اور دشمنی تھی انہوں نے عربی سے کبھی اس بناء پر نفرت نہیں کی کہ یہ قرآن مجید اور پیغمبر اسلام کی زبان ہے۔

آج بھی یہی حالت ہے کہ عربی بولنے والے اسلامی ملکوں میں جو ہزاروں لاکھوں دوسرے فرقہ کے لوگ رہتے ہیں وہ سب عربی کو اپنی مادری زبان سمجھتے ہیں خصوصاً مصر و شام کے مسیحی علماء تو مسلمانوں سے بھی بڑھ کر عربی کی خدمت میں مصروف ہیں اور ان کی علمی ادبی اور تحقیقی مضامین سے عربی کا خزانہ معمور ہو رہا ہے۔ کتابوں کی تالیف و تصنیف کے علاوہ یہ لوگ بلند پایہ علمی رسالوں اور اخبارات کے ذریعہ بھی زبان کی قابل ستائش خدمات انجام دے رہے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ دنیا کے کسی بھی ملک میں بول چال کی زبان کا تعلق مذہب سے نہیں ہے بلکہ وطن یا ملک سے ہے اس لئے ہر فرقہ کا آدمی جو دنیا کے کسی ملک میں رہتا ہے وہ اس کی زبان کو اپنی ملکی و مادری زبان سمجھتا ہے اور اسی بناء پر زبان سے محبت کرتا ہے اور اس کی ترقی چاہتا ہے۔

ہندوستان کا جدید دستور

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۵) کالم ۳)

اس بارے میں ہدایات درج ہیں۔ اس دستور کے تحت سیاسی نقطۂ نظر سے کامل طور پر مساوات قائم کی گئی ہے مذہب ذات رنگ نسل یا جنس کی بناء پر کسی کو کسی قسم کا امتیاز حاصل نہ رہے گا۔ پورے ہندوستان کے لئے ایک ہی شہریت قائم کی گئی ہے۔ مساوات کے نقطۂ نظر سے [illegible] ہندو و مسلمان عیسائی یا پارسی کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا [illegible] رائے دہی کا حق [illegible] کا حق دنیا کے ہر ملک میں حاصل نہیں ہے۔ انگلستان میں یہ حق ۱۹۲۸ء میں حاصل ہوا حالانکہ اس کے قبل تقریباً (۲۰۰) سال تک اس ملک کی سیاسی جد و جہد شروع ہو چکی تھی۔ فرانس میں تو یہ حق ۱۹۴۵ء تک حاصل نہ تھا اٹلی ۱۹۴۵ء تک اس حق سے محروم تھا بلجیم میں یہ حق آج بھی حاصل نہیں ہے سوئیزرلینڈ جیسے ملک میں بھی جس نے اپنی آزادی کو ازمنۂ قدیم سے قربانیوں و ایثار سے محفوظ رکھا لیکن اس ملک میں یہ حق نہیں ملا ہے۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ ہندوستان کا دستور کس قدر انقلابی ہے۔ اسی طرح عورتوں کے حقوق کو اس دستور نے تسلیم کیا ہے اور ان کو سماجی سیاسی اقتصادی وغیرہ جملہ امور میں مردوں کے مساوی حقوق حاصل رہیں گے یہ نیا دستور ممالک متحدہ کے کسی دستور سے بھی کم نہیں ہے بلکہ اس دستور کے بنانے کے وقت دنیا کے ہر دستور سے جمہوری اصولوں کے تحت جو بہترین اصول اور ترکیب نظر آئی وہ حاصل کرلی گئی ہے اور اس لحاظ سے یہ دستور بہترین دستور ثابت ہوگا۔ (باقی)

سُرخ چین اور روس کے تعلقات

ہانگ کانگ ۔ مر فروری۔ مسٹر چو ئن لائی نے کل ایک خطاب میں چین اور روس کے تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے امریکی اخبارات کی اس اطلاع کی مذمت کی کہ سرخ چین اور روس کے درمیان اختلافات پیدا ہوگئے ہیں اور روس چین کے علاقوں اور بحیرۂ ہند کے ساحلی مقامات کا مطالبہ کر رہا ہے۔ مسٹر چو ئن لائی وزیر خارجہ چینی عوامی حکومت نے سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ چین اور روس کے درمیان تعلقات نہایت دوستانہ اور دونوں پسماندہ اقوام کے مؤید اور عالمی امن کے حامی ہیں۔ اتحادی اقوام کی روش کی مذمت کرتے ہوئے وزیر خارجہ سرخ چین نے کہا کہ یہ ادارہ امریکی اور برطانوی ہاتھوں میں کٹ پتلی بنا ہوا ہے اور اس کا حشر بھی جمعیت اقوام کا سا ہوگا اگر یہ فوری عالمی حالات پر نظر رکھتے ہوئے خلوص کے ساتھ کام نہ کرے تو پھر اس کی عمارت گر جائے گی [illegible] ہو رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پھر روس کی بنیاد ماسکو میں رکھی گئی۔ انہوں نے تمام فرقوں سے اپیل کی کہ وہ کومنتانگ کے نمائندوں کو اتحادی اقوام سے نکالنے [illegible] جنگ کے اقتدار سے متعلق انہوں نے کہا کہ یہ علاقہ مدت سے چین کا ہے اور یہ کسی زمانہ میں بھی آزاد نہیں رہا [illegible] تمام دنیا کے ملکوں سے [illegible] ساتھ اچھے روابط رکھیں گے دوستانہ تعلقات قائم کریں گے چونکہ چین ایشیا کا سب سے بڑا طاقتور ملک ہے اس لئے وہ تمام ایشیا میں امن قائم کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس موقع پر موسیو مولوٹوف، موسیو اینڈریو وشنسکی اور دوسرے جنگ کے علاوہ روس اور دوسرے مقامی ملکوں کے (۲۰۰) نمائندے شریک تھے۔ (ا۔پ)

فرقہ وارانہ اتحاد کی ضرورت

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۳)

اس اپیل پر حسب ذیل حضرات کے دستخط ہیں:

محمد عبدالرحمٰن صدیقی ایڈوکیٹ۔ [illegible] حسین وکیل ہائیکورٹ۔ احمد محی الدین انصاری وکیل ہائیکورٹ۔ غلام احمد [illegible] وکیل ہائیکورٹ۔ جمیل احمد، حمید احمد (جمعیۃ العلماء)، ڈاکٹر عبدالقدوس، محمد غوث محی الدین وکیل، غلام محبوب وکیل ہائیکورٹ، سید یوسف بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل ہائیکورٹ، ضمیرالدین امام جامع مسجد [illegible] محمد عبدالواحد [illegible] محمد علی خان وکیل ہائیکورٹ۔

بیت المقدس کی تقسیم کے خلاف احتجاج

جنیوا۔ مر فروری۔ کل جنیوا میں جب متحدہ اقوام کی نگرانکار کونسل کا اجلاس بیت المقدس پر اتحادی اقوام کی نگرانی قائم کرنے کے سلسلہ میں بحث و گفتگو کے لئے شروع ہوا تو اس میں ڈاکٹر عبدالاہم نے بیان کیا کہ عرب اتحادی اقوام کی اس تجویز کی ہر وقت مخالفت کریں گے کہ بیت المقدس کو تین علاقوں میں تقسیم کرکے ایک علاقہ شرق اردن، دوسرا اسرائیل اور تیسرا اتحادی اقوام کی نگرانی میں دیا جائے۔ انھوں نے کہا کہ اگر اتحادی اقوام کا یہ رجحان ہے تو اس کے اس خیال کی عرب ممالک حمایت نہیں کرسکتے۔ آخر وقت تک وہ بیت المقدس کو آزاد علاقہ کی حیثیت سے قائم رکھنے کی تجویز کے پابند رہیں گے۔ عراقی نمائندہ ڈاکٹر جمیدی نے اجلاس کو بتایا کہ اتحادی اقوام نے بیت المقدس کے بارے میں پہلے جو تصفیہ کیا تھا اسے اب بھی اسی پر عمل پیرا ہونا چاہئے لیکن افسوس ہے کہ وہ امریکہ اور برطانیہ کے اثر میں آکر اس علاقہ کے ٹکڑے کرکے عرب ممالک کے اتحاد کو ختم کرنا چاہتا ہے جس سے اب عرب ممالک بھی طرح واقف ہوچکے ہیں۔

کونسل کا اجلاس کل پھر شروع ہوگا۔ جس میں عرب ممالک [illegible] ایک [illegible] بھی بیت المقدس کی تقسیم کے خلاف [illegible]

(ا۔پ)

اعلان

محکمۂ راتب بندی حکومت حیدرآباد نشان (۶۱) مورخہ ۷ فروری سنہ ۱۹۵۰ء۔

بغرض اطلاع عام ذریعہ ہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ بلدہ حیدرآباد و سکندرآباد میں حکم حصول اجازت نامہ برائے آٹے کی گرنیاں (چکی) کا نفاذ ہو چکا ہے اس لئے بلدہ حیدرآباد و سکندرآباد کے جملہ آٹے کی گرنیوں کے مالکوں سے خواہش کی جاتی ہے کہ وہ دفتر منتظمت راتب بندی موقوعہ جام باغ ترپ بازار سے بادخال رقم مبلغ بیس روپیہ ۲۰ فروری سنہ ۱۹۵۰ء سے پہلے اجازت نامہ (لائسنس) حاصل کرلیں۔ درخواست کے فارم دفتر مندرجہ صدر سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

۲۰ فروری سنہ ۱۹۵۰ء کے بعد مندرجہ بالا حکم کے تحت اجازت نامہ (لائسنس) حاصل کئے بغیر اجناس غذائی کو پیسنے کا کاروبار کرنے والوں کو تحت قواعد تحفظ حیدرآباد سنہ ۱۳۵۷ف چالان کیا جائے گا۔ فقط

(شرحد منتظم ناظم راتب بندی۔)

صوبہ آندھرا نہیں بن سکتا

مدراس ۸ فروری۔ صوبہ آندھرا سے متعلق ہند سرکار کا تفصیلی خط جس کا بڑے دنوں سے انتظار تھا حکومت مدراس کے ہاں وصول ہو چکا ہے۔ اس خط میں ان تمام رکاوٹوں کی وضاحت کی گئی ہے جن کی بنا پر ہند سرکار نے فیصلہ کردیا تھا کہ صوبہ آندھرا ۲۶ جنوری سے پہلے تو نہیں بن سکے گا۔

دراصل یہ خط ہند سرکار کے اسی سابقہ اعلامیہ اور صدر اعظم مدراس کے نام وزیر اعظم ہند کے مکتوب کی ایک تفصیل ہے جس میں بتایا گیا تھا کہ مدراس کو آندھرا اور غیر آندھرا دو علحدہ علحدہ صوبوں میں تقسیم کردینے کے سلسلے میں ہند سرکار نے حکومت مدراس کی سفارشات کو ماننے میں تامل کیوں کیا ہے۔ اس خط میں ہند سرکار نے ایک بات پر خاص زور دیا ہے کہ علحدہ صوبہ بنانے کے لئے جن باتوں کی اور شرائط کی ضرورت ہوتی ہے ان کی تکمیل نہیں ہو رہی ہے۔ درحقیقت یہ باتیں اور شرطیں موجود ہیں اس لئے ۲۶ جنوری سے پہلے علحدہ صوبہ بنانے کے لئے گورنر جنرل کو مشورہ دینے سے ہند سرکار قاصر رہی۔ ہند سرکار نے یہ بھی کہا ہے کہ اگرچہ اہم امور پر آندھرا اور غیر آندھرا میں اتفاق رائے بھی ہے مگر ... کا ... پایا گیا۔

۔۔ اتفاق نہ ہو جانے کے علحدہ صوبہ بنانا ممکن نہیں۔ یہ وہی باتیں ہیں جن کا ذکر جواہر لعل بھائی اور پٹابھی رپورٹ میں بتائے گئے تھے۔ بیٹے ... کے ... کے بارے میں اتفاق رائے اور سمجھوتہ ... دوسرے ... مدراس پر آندھرا کا مطالبہ رکھے ... ہے کہ نیا صوبہ کچھ اس طرح بنایا جائے کہ نزاعی علاقوں کا کوئی جھگڑا باقی نہ رہے۔ یہ باتیں خط میں بتائی گئی تھیں لیکن ہند سرکار نے کہا ہے کہ ان پر اتفاق موجود نہیں ہے بلکہ اختلافات بھی پائے جاتے ہیں۔ ... آزرہ ... عدالت عالیہ کے سوالات ابھی ... باقی ہیں ... اختلافات موجود ہیں۔

دی کو آپریٹو پریس میں چھپ کر دفتر خلافت ہفتہ وار حیدرآباد دکن سے شائع ہوا۔